

عالم اسلام

مصر کا آزہ انقلاب اور اس کے اندر زنی حقائق

(۲)

— از جناب خلیل حامدی صاحب —

الغرض علی صبری اور شعراوی جمعہ اور شامی شرف اور اس مضبوط دھڑے کے دوسرے افراد نے جمال عبدالناصر کے زیر سایہ اپنے بچے مصر کے اندر اس قدر گہرے گاڑ رکھے تھے کہ اسے مسند اقتدار سے اتارنا بہت دشوار تھا۔ ۱۵ مئی ۱۹۷۱ء سے پہلے یہ گروپ اس نشے میں تھا کہ وہ جب چاہے گا سادات کو اٹھا کر پھینک دے گا۔ سوشلسٹ یونین اس کی جیب میں تھی، خفیہ تنظیم اس کی خدمت پر مامور تھی، خفیہ پولیس اس کی باندی تھی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اس کا قبضہ تھا، اخبارات میں اس کے ایجنٹوں اور باتخواہ ملازموں کی کھپ کی کھپ کام کر رہی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وزیر جنگ محمد فوزی اس گروہ کا سرخیلی تھا اور اس کی بدولت اسے فوج کی نیش پناہی کا زعم بھی تھا۔ اس گروپ نے یکایک اپنے استعفیٰ پیش کر دیئے اور اپنے زیر تصرف وسائل کے ذریعہ اپنے حق میں ہنگاموں کا ایک طوفان رستاخیز برپا کرنا چاہا اور تقریباً وہی حالات پیدا کرنے چاہے جو ۹ جون ۱۹۶۷ء کو عبدالناصر کے صدارت سے استعفیٰ دینے کے موقع پر رونما ہوئے تھے۔ عبدالناصر نے ادھر استعفیٰ دیا اور ادھر اس گروپ نے اپنے مذکورہ بالا برق رفتار وسائل کی بدولت یکایک مظاہرے برپا کرنا شروع کیے اور ناصر کو استعفیٰ واپس لینے پر مجبور کر دیا۔ کیونکہ یہ گروپ ابھی چاہتا تھا کہ ناصر برسر اقتدار رہے اور اس کی آڑ میں یہ اپنا مستقبل تعمیر کرتے رہیں۔ ناصر کے بعد یہ گروپ برابر انور السادات سے گلو خلاصی کرانے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں سوچتا رہا۔ مگر ان کی تمام تدبیریں دھری کی دھری رہ گئیں۔ السادات نے معجزانہ طور پر اس گروپ کو ۱۵ مئی ۱۹۷۱ء کو کچھا ڈر دیا اور یہ لوگ السادات سے نجات پانے کے بجائے ابی زعل کی جیل میں پہنچ گئے۔ اب ان پر کھلی عدالتوں میں مقدمات چلائے جا رہے ہیں اور وہ تمام مظالم منظر عام پر آ رہے ہیں جو ۷۷ سال تک مصری عوام بھگتتے رہے ہیں، جن کا زیادہ تر نشانہ اخوان المسلمون کی جماعت اور دوسرے

وہ تمام خفیہ رپورٹیں، فائلیں اور پیپیں نذر آتش کر دی گئی ہیں جو پولیس اسٹیٹ نے جمع کر رکھی تھیں اس کے ساتھ ہی ساوات نے ملک کے یہ مستقل دستور تیار کرنے کا کام شروع کر دیا۔

اس دستور کا مسودہ تیار کیا جا چکا ہے نیشنل اسمبلی کے ارکان میں سے ۸۰ افراد پر مشتمل ایک دستور ساز کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس نے پہلے ہی اجلاس میں یہ طے کیا کہ کمیٹی دستوری خاکہ تیار کرنے سے پہلے وسیع پیمانے پر ملک کے اہل علم و راستے، ماہرین دستور اور عوام کے تمام طبقوں سے رائے معلوم کرے گی۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد کمیٹی نے متعدد ذیلی گروپ تشکیل دیئے۔ اور انہوں نے مختلف شہروں اور علاقوں کا دورہ کیا، عوامی اجتماعات منعقد کیے اور دستوری مسائل کے بارے میں عوام کے رجحانات معلوم کیے۔ نیروبی ریورٹیوں کے اساتذہ، ماہرین دستور، علمائے دین، ادباء اور اہل قلم کے ساتھ بھی مجالس مذاکرہ منعقد کی گئیں اور تقریر و تحریر کے ذریعے سے ان کے خیالات معلوم کیے گئے۔ کوشش کی گئی ہے کہ اس مسئلے میں مصری عوام کی صحیح اور حقیقی خواہش پوری طرح سامنے آجائے۔ چنانچہ دستور ساز کمیٹی کی طرف سے عوامی خواہشوں پر مشتمل جو رپورٹ پیش کی گئی ہے اس کی رو سے دستور کے بارے میں مصری عوام نے یہ مطالبات کیے ہیں:

۱۔ ریاست کا نام عربی پبلک آف مصر ہو۔ ریاست کا مذہب اسلام ہو، اس کے قوانین کا ماخذ اسلامی شریعت ہو اور اس کی سرکاری زبان عربی ہو۔ ریاست تین اداروں پر مشتمل ہو۔ ایک منصفہ جو منتخب اسمبلی پر مشتمل ہو۔ دوسرا عدلیہ جو ہر لحاظ سے آزاد ہو۔ اور تیسرا انتظامیہ جو صدر جمہوریہ کے تحت ہو۔

۲۔ صدر اور نائب صدر کا انتخاب ایک ہی وقت میں ہو جیسا کہ امریکہ میں کیا جاتا ہے، اور دونوں عہدوں کے لیے ایک سے زائد امیدوار کھڑے ہوں تاکہ عوام کو بہتر شخص کے انتخاب میں سہولت ہو۔ عہدہ صدارت کی مدت پانچ سال ہو۔ اور ایک مرتبہ جو شخص صدر منتخب ہو جائے وہ بارہ اُسے از روئے دستور صدارت کا امیدوار کھڑا ہونے کی اجازت نہ ہو۔

۳۔ عوام اختیارات کا سرچشمہ ہوں، نیشنل اسمبلی کی رکنیت کے لیے ہر باشندہ امیدوار کھڑا ہو سکتا ہو اور ہر شخص کو انتخاب کا حق حاصل ہو۔ یعنی سیاسی پابندیوں اور ترقی جی سلوک کا نظام ختم کیا جائے، نیشنل اسمبلی کی رکنیت کے لیے سوشلسٹ یونین کا رکن ہونا ضروری نہ ہو۔ نیشنل اسمبلی کی

رکنیت کو اسمبلی ہی کی قرار داد سے ختم کیا جاسکے۔ اگر نیشنل اسمبلی کے کسی رکن کی رکنیت منسوخ ہو جائے تو اگر وہ سوشلسٹ یونین کا رکن بھی ہے تو اس کی رکنیت پر کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ نیشنل اسمبلی اپنے اختیارات کسی فرد کو تفویض نہیں کر سکتی اور نہ اپنے اختیارات سے دستبردار ہو سکتی ہے۔

۴۔ عدلیہ کلیتہً آزاد ہوگی۔ اور ہنگامی عدالت کے قیام کی اجازت نہیں ہوگی۔ کوئی شہری عدالتی حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ تمام عدالتوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ یہ نظر رکھیں کہ آیا قوانین دستوری تقاضوں کے مطابق ہیں۔ نیز اگر انتظامی حکام اپنے اختیارات کو غلط استعمال کر رہے ہوں تو عدالتوں کو ان کے محاکمہ کا حق ہوگا۔ پرنسپل لا اور لیبر لا میں عدالتی ٹریبیونل کا نظام اختیار کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ سوشلسٹ یونین محض ایک تنظیم ہوگی (حکمران ادارہ نہیں ہوگا) اور براہ راست اختیارات رکھنے کے بجائے نیشنل اسمبلی کے ذریعہ اپنے اختیارات کا استعمال کرے گی۔ یونین کا قانون منظور عام کے لیے پیش کیا جائے گا۔ یونین کے تمام ماتحت ادارے علانیہ اور کھلے کھلے ہوں گے۔ اس کا کوئی شعبہ مخفیہ نہیں رکھا جائے گا۔

مصری عوام نے جن میں پیش پیش یونیورسٹیوں کے اساتذہ، قانون دان، علماء و فقہاء، صحافی اور ادباء ہیں، بشرط یہ مطالب کیا ہے کہ نئے دستور کے اندر واضح طور پر یہ ضمانت دی جائے کہ نہ صرف شخصی آزادیاں محفوظ و مامون ہوں گی بلکہ کسی ادارے کی طرف سے ان پر دست درازی کی گنجائش نہ ہوگی اس سلسلے میں ان تمام حلقوں نے احتیاطی تدابیر کے طور پر ذیلی کی باتوں پر خاص طور پر زور دیا ہے:

۱۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن عوام کی دسترس میں ہوں تاکہ ان کے ذریعہ ہر فرد اور گروہ ضرورت کے وقت اپنا نقطہ نظر سامنے کر سکے اور اسے عوام تک پہنچا سکے۔

۲۔ انارنی جنرل کا عہدہ بحال کیا جائے تاکہ جس شکل میں بھی آزادیوں پر دست درازی ہو اس کا تعاقب کیا جائے اور اس کے خلاف دستوری ضمانت کو حرکت میں لایا جائے۔

۳۔ عدالتوں کو راجح میں عدالت عالیہ سرفہرست ہے، یہ حق حاصل ہو کہ وہ انفرادی آزادیوں کی حفاظت کر سکیں اور ان آزادیوں پر حملہ آور ہونے والے شخص، یا ادارہ کی بروقت سرکوبی کر سکیں۔

۴۔ دستوری آزادیوں کو جو فرد سلب کرنے کی کوشش کرے اسے فوجداری قانون کے تحت سزا دی جائے۔

۵۔ اعلیٰ عدالت کو یہ خصوصی اختیار حاصل ہو بلکہ یہ اعلیٰ عدالت کا اصل فریضہ ہو کہ دستور کے اندر جو آزادیاں دی جاتی ہیں اور شہریوں کو جو حقوق دیتے جائیں ملکی قوانین کے ذریعہ ان سے کھینچنے کی کسی کو اجازت نہ دے۔

جہاں تک اشتراکیت کا تعلق ہے سادات کی حکومت نے اس سے دستبرداری کا اعلان نہیں کیا۔ بلکہ اپنی تقریروں کے اندر اس بات کا بار بار اظہار کیا ہے کہ مصر اشتراکیت کے راستے سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ دستور کے جو بنیادی خدوخال سادات نے تجویز کیے ہیں ان میں بھی واشگاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ دستوری ڈھانچہ اشتراکیت کی تصور سے الگ نہیں ہوگا۔ جب دستور ساز کمیٹی نے مصری عوام سے اشتراکیت کے بارے میں دریافت کیا تو یہ سوال نہیں کیا کہ کیا تم اشتراکیت چاہتے ہو یا نہیں بلکہ یہ سوال کیا کہ تم کیسی اشتراکیت چاہتے ہو۔ چنانچہ اس سوال کے جو جوابات ملے ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

استاذ سلیمان الطماوی جو عین شمس یونیورسٹی میں دستوری قانون کا پروفیسر اور لاڈیو پارٹمنٹ کا سربراہ ہے، اس کمیٹی کا صدر ہے جسے عوام کی رائے معلوم کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس نے اپنی رپورٹ میں اشتراکیت کے بارے میں عوام کے تمام جوابات کا خلاصہ یہ بیان کیا ہے :

”دستور میں صرف اشتراکیت کی عقیدہ کا اعلان کر دینا کافی نہیں ہے، بلکہ ضروری ہے کہ دستور میں یہ بھی بتا دیا جائے کہ اشتراکیت کی عقیدہ کے ستون کیا ہوں گے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اشتراکیت ہماری اقدار اور ہمارے نظریات ہی سے ماخوذ ہوگی“

اسی کمیٹی کے ایک اور رکن استاذ علی سید منصور نے زیادہ صراحت سے اس بات کو بیان کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ :

”تمام علمائے اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ دستور میں تطبیقی نص سے یہ اعلان کر دیا جائے کہ اسلام ریاست کا دین ہوگا، شریعت اسلامی ہمارے بنیادی قوانین کا سرچشمہ ہوگی، اور ہماری اشتراکیت اسلام ہوگی، اور ہمارا اقتصادی نظام صحت مند بنیادوں پر استوار ہوگا اور استحصال اور سود سے پاک ہوگا، اور جو نظریات ایماجیت کے داعی ہیں یا ہماری مذہبی اور اخلاقی اقدار کو پامال کرتے ہیں ان پر توہین عائد کی جائے گی۔“

ہم نے دستور ساز کمیٹی کی جمع کردہ عوامی آراء کے بعض حصے بیان کر دیئے ہیں۔ دستور ساز کمیٹی نے رپورٹ میں بتایا ہے کہ اُسے دس ہزار سے زائد دستوری تجاویز اور سفارشات موصول ہوئی ہیں جن میں قریب قریب ایک ہی ذہن کی عکاسی پائی جاتی ہے۔

سادات کے مسلسل اعلانات کے بعد کہ وہ مصر میں قانون کی حکومت قائم کریں گے، جمہوریت کو فروغ دیں گے اور قومی اتحاد کو بروئے کار لائیں گے، مصر کے ہر طبقے کے اندر زندگی کی رو دوڑ گئی۔ انور السادات کے اعلانات تو بڑے خوش آئند تھے اور ان کے متعدد اقدامات بھی بنیادی تبدیلیوں کے حامل ہیں۔ مصری قوم کے لیے اگر کوئی اور خوشی نہ بھی ہو تو یہی کافی ہے کہ جبر و تشدد کے نظام سے اُسے نجات مل گئی ہے اور، اس سال کے بعد پہلی مرتبہ غوث و بہرا اس کے بھیانگ سائے اُس کے سر سے اٹھے ہیں اور بھائی کے خلاف بھائی کی جاسوسی اور باپ کے خلاف بیٹے کی جاسوسی کا دور ختم ہو گیا ہے اور مردہ قوم کے اندر زندگی کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ لیکن اب حالیہ بعض ایسے اعلانات سامنے آرہے ہیں جو اس خوشی کو منقض کر رہے ہیں۔ مثلاً انور السادات نے ۱۰ جون ۱۹۷۱ء کو ایک ایسا حکنامہ جاری کیا ہے جس کی کوئی قانونی سند نہیں ہے۔ اس حکم کی رو سے انہوں نے مصر کے متعدد طبقوں کو سیاسی اور شہری حقوق سے محروم کر دیا ہے۔ حکنامہ میں ان طبقوں کو رجعت پسند کہا گیا ہے اور انہیں شہری اور سیاسی حقوق سے محروم کر دینے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے عدوانِ مصر کے اختیار کردہ راتے کے خلاف اپنا راستہ نہج پر کیا تھا، اور مصری انقلاب نے اپنے ترقیاتی اُردار میں انہیں اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ یہ اشتراکیت کے دشمن ہیں اور اشتراکی انقلاب کے راستے کا روٹرا ہیں، اور خود ساختہ حقوق کے دو عیدار ہیں، اور عوام سے اپنے آپ کو برتر سمجھتے ہیں، قومی سلامتی اور داخلی محاذ کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔

انور السادات صاحب کے اس حکم کا منشا یہ ہوا کہ انہوں نے پہلے تو خود ہی وطنی اتحاد اور آزادی اور جمہوریت کی دہائی دی اور پھر خود ہی قومی وحدت کو دو قسموں میں بانٹ دیا۔ ایک قسم کو ہر طرح کے حقوق اور آزادیاں دے دی گئیں اس لیے کہ وہ اشتراکیت پسند ہے۔ اور دوسری قسم سیاسی آزادی سے محروم کر دی گئی اور اس سے شہری حقوق اور آزادیاں چھین لی گئیں اس لیے کہ وہ

”اتحادیت کی دشمن ہے اور اشتراکی انقلاب کے لیے روڑا ہے“ اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ انور السادات نے نظام میں ”مکمل تبدیلی“ کا جو نعرہ بلند کیا تھا اسے ترک کر دیا ہے اور اب سابقہ نظام کو بحال رکھتے ہوئے اشخاص کی تبدیلی پر اکتفا کر لیا ہے اور جزوی پونہ کاری کو اپنا اصل راستہ قرار دے دیا ہے۔

یہ کیوں ہوا؟ اس کی وجہ بھی دھکی چھپی نہیں رہی۔ ۱۰ جون ۱۹۷۱ء کو السادات نے ”سیاسی غل“ کا حکمنامہ جاری کیا ہے۔ اس حکم نامے کے اجراء سے صرف ۲ ہفتے پیشتر یعنی ۲۵ مئی ۱۹۷۱ء کو ماسکو کا صدر پوڈ گورنی ایک بھاری بھر کم وفد لے کر مصر آیا اور حکومت مصر کے ساتھ ”دوستی اور تعاون“ کا ایک معاہدہ طے کیا جس کی مدت ۵ سال رکھی گئی ہے اور اس کے بعد ہر پانچ سال کے وقفے پر اس کی تجدید ہوتی رہے گی۔ الحیاء ۳۰ مئی ۱۹۷۱ء کے مطابق صدر پوڈ گورنی جب قاہرہ کے ہوائی اڈا پر اترا تو اس کے چہرہ پر فلتی اور کبیدگی خاطر کے آثار نمایاں تھے کیونکہ اس کے تمام دوست (علی صبری وغیرہ) جیلوں میں ڈالے جا چکے تھے۔ لیکن جب وہ واپس ہوا تو اس کا چہرہ خوشی سے تمارا تھا کیونکہ اس نے قاہرہ میں جو عظیم اور سریع کامیابی حاصل کی ہے وہ اس کی توقعات سے بہت اونچی ہے۔“

مصر کو عرصہ طویل کے لیے اشتراکی بلاک کا خیمہ بردار بنا دیا گیا اور ماسکو جس مقصد کے لیے علی صبری اور اس کے ساتھیوں کو تیار کر رہا تھا وہ مقصد السادات کے ذریعے بدرجہ اتم حاصل ہو گیا۔ اب ماسکو کو علی صبری اور شعراوی مجمعہ اور سامی شرف کی کیا ضرورت ہے۔ ان کے ساتھ مصر کی حکومت جو چاہے سلوک کرے۔ ماسکو نے جو عظیم الشان کامیابی حاصل کی ہے اس سے صرف موجودہ کمیونسٹ حکومت کے دیرینہ خواب کی تکمیل ہی نہیں ہوئی بلکہ روسیوں کی وہ آرزو پوڈ گورنی کے ہاتھوں پوری ہو گئی جو پطرس اعظم کے عہد سے لے کر بالشویک انقلاب تک اور بالشویک انقلاب سے لے کر آج تک ہر ہر مرحلے میں وہ اپنے سینوں کے اندر پالتے رہے ہیں۔ روسی لیڈر اسی غرض کے لیے مشرق وسطے کے اندر عرصہ دراز سے اپنے اعران و انصار پیدا کرتے رہے ہیں۔ جمال عبدالناصر کے ساتھ ان کی گامی صحبتی تھی مگر بایں ہمہ جمال عبدالناصر نے کسی طویل المیعاد تحریری معاہدہ کے ذریعے سے مصر کو روس کا بیشتر قریب نہیں بنا یا تھا۔ مصر میں علی صبری اور اس کے رفقاء اور شام میں یوسف زحیٰقین اور اس کے اعران برابر ایسی فضا مہیا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ روس مشرق وسطے کے اندر اپنے بچے زیادہ سے زیادہ

گہرے کرے۔ اور اگر پوست زرعین اور اس کے اعوان کا سقوط نہ ہوتا تو زیادہ رجحان ہی تھا کہ ماسکو کی اس دستاویز پر سب سے پہلے شام کے دستخط ہوتے۔ مگر مصر میں علی صبری اور اس کے ساتھیوں کے سقوط کے باوجود انور السادات کو یہ خدمت سرانجام دینی پڑی۔ اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ وادی نیل پہلے ہی روس کے فوجی ماہرین، روسی اسلحہ، روسی سرمائے اور روسی منصوبوں کے بوجھ کے نیچے دب رہی ہے۔ اس وقت مصر میں روس کے فوجی ماہرین کی تعداد ۱۶ ہزار سے لے کر ۱۹ ہزار تک ہے۔ جس ملک کی اپنی فوج ۲ لاکھ سے زیادہ نہیں ہے وہاں اتنی بڑی تعداد میں روسی فوجی ماہرین کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ آئندہ جو مسئلہ بھی اٹھے گا اس کا فیصلہ قاہرہ میں نہیں ماسکو میں ہوگا۔ اسی طرح مصر ۲ ارب ڈالر کا اسلحہ فرس لے چکا ہے اور ڈھائی ارب سے زیادہ ڈالر روس نے مختلف منصوبوں میں گننا رکھے ہیں۔ یہ اعداد و شمار مصر کی داخلی سیاست کا نقشہ تیار کرنے میں مؤثر عامل ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اس معاہدے میں بصرحت یہ تحریر کر دیا گیا ہے کہ ”مصر کو سوشلسٹ معاشرے میں پوری طرح تبدیل کیا جائے گا“۔

اس معاہدے کا اثر یہ ہوا کہ انور السادات نے ایک نوازش کی انقلاب کو واضح طور پر اپنی حکومت کا نقطہ نظر قرار دے دیا ہے۔ دوسرے سوشلسٹ یونین کے سوا کسی سیاسی پارٹی کے قیام کی اجازت نہیں دی اور تمام سیاستدانوں سے کہہ دیا گیا ہے کہ اگر وہ سیاست بازی کرنا چاہتے ہیں تو سوشلسٹ یونین کے دروازے ان کے لیے کھلے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں مصر کے اندر اور کوئی پلیٹ فارم مہیا نہیں کیا جائے گا۔ تیسرا اثر یہ ہوا ہے کہ ”رجعت پسند“ حلقوں کو سیاسی اور شہری حقوق سے محروم قرار دے دیا گیا ہے۔ اور چوتھا اثر یہ ہوا ہے کہ انور السادات صاحب نے اپنے اسلام کی حد و بھی معین کر دی ہیں۔ انہوں نے حالی ہی میں سوشلسٹ یونین کی نیشنل کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ”میں جب اسلام کی دعوت پیش کرتا ہوں تو اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہمیں خدا پر پورا بھروسہ کرنا چاہیے“۔

۱۰ الحیات ۳۰ جولائی ۱۹۶۱ء ۱۰ الحیات ایضاً

۱۰ الشباب العربی، قاہرہ - ۲۶ جولائی ۱۹۶۱ء

ہی تحقیقی معاشی انصاف اور اجتماعی عدل کا ضامن ہے
اس کے تفصیلی مطالعے کے لیے حسب ذیل کتب
ملاحظہ کیجئے

اسلام کا معاشی نظام



اعلیٰ	ستہ	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ار معاشیات اسلام
۱۰-۵۰ روپے	۴-۷۵ روپے		۱- سود
۸-۰۰	۵-۰۰	"	۲- اسلام اور جدید معاشی نظریات
	۱-۷۵	"	۳- مسئلہ ملکیت زمین
	۱-۲۵	"	۴- قرآن کی معاشی تعلیمات
۵۰-۰۰ پیسے	۰۰-۵۰	"	۵- انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل
	۰۰-۵۰	"	۶- اسلامی نظم معیشت اور اسکے اصول و مقاصد
	۰۰-۳۵	"	۷- اسلام اور عدل اجتماعی
	۰۰-۲۰	"	۸- اسلام کا نظریہ ملکیت حصہ اول
۸-۵۰	۲-۵۰ روپے	ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی	۹- اسلام کا نظریہ ملکیت حصہ دوم
۷-۵۰	۲-۵۰	"	۱۰- غیر سودی بنکاری
۵-۲۵	۳-۲۵	"	۱۱- شرکت و مضاربت
۳-۰۰	۲-۰۰	"	۱۲- اسلام کی اقتصادی پالیسی
	۰۰-۷۰ پیسے	"	۱۳- اسلام میں عدل اجتماعی
۱۵-۰۰	۹-۰۰ روپے	سید قطب شہید ترجمہ: ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی	

سید قطب شہید
اسلامک پبلسیشنز لمیٹڈ
۱۳، شاہ عالم مارگٹ، لاہور، دہلی، پاکستان، فون ۷۸۳۳۱
شاخ: ۱۶، بیت المکرم، دہلی، ہندوستان، ڈھاکہ، بنگلہ دیش، پاکستان، فون ۲۸۳۷۷۹